idara

ڈاڑھی مونچھ اور سر کے بال

کے

مسائل

احادیث وفقہ اور علماء محققین کے اقوال کی روشنی میں

مولانا فضل الرحمٰن اعظمی

© ادارہ اشاعتِ دینیات (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس کتاب کی نقل کرنے یا طبع کرنے کے ارادے سے کسی بھی صفحہ یا الفاظ کا استعمال، ریکارڈنگ، فوٹو کاپی کرنے یا کسی دوسرے طریقے سے اس کا عکس لینے اور اس میں دی ہوئی کسی بھی معلومات کو محفوظ کرنے کے لئے ناشر کی تحریری طور پر اجازت لینا ضروری ہے۔

نام کتاب: ڈاڑھی، مونچھ اور سر کے بال کے مسائل

Darhi, Moonchh or Sar' ke Baal ke Masa'il

تالیف: مولانا فضل الرحمٰن اعظمی

باہتمام: محمد انس

سن اشاعت: ۲۰۰۳ء

ISBN 81-7101-410-0

Published by:

IDARA ISHA'AT-E-DINIYAT (P) LTD.

168/2, Jha House, Hazrat Nizamuddin, New Delhi-13

Tel.: 26926832, 26926833 Fax: 011-26322787, 24352786

Email: sales@idara.com Website: www.idara.com

Typesetted at: DTP Division

IDARA ISHA'AT-E-DINIYAT (P) LTD.

P.O. Box 9795, Jamia Nagar, New Delhi-110025 (India)

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ ڈاڑھی، مونچھ اور سر کے بال کی حدیثیں اور مسائل	۵
۲	مسائل	۹
۳	ڈاڑھی کے وجوب کے دلائل	۱۰
۴	ڈاڑھی منڈے سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت کا ایک واقعہ	۱۱
۵	ڈاڑھی کی مقدار	۱۳
۶	ایک شبہ اور اس کا جواب	۱۷
۷	ایک اہم اور ضروری ہدایت	۲۰
۸	ضمیمہ	۲۳
۹	سر کے بالوں کی احادیث اور مسائل	۲۷
۱۰	آپؐ کے بالوں کی مقدار	۲۷
۱۱	بالوں میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا اور مانگ نکالنا	۳۲
۱۲	رسالہ کی تالیف	۳۷

پیش لفظ

ڈاڑھی، مونچھ اور سر کے بال کی حدیثیں اور مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لِوَلِیّہٖ والصلوۃ والسلام علی رسولہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وعلیٰ جمیع امتہٖ التی علیٰ طریقہٖ وطریق صحابتہ رضی اللہ عنہم اما بعد

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس میں جس طرح اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاق کی تعلیم ہے اسی طرح معاشرت بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ ظاہری شکل وصورت، وضع قطع اور لباس کے بارے میں بھی ہدایات اسلام کا حصہ ہیں۔ ایک کامل مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو ان تمام تعلیماتِ اسلامیہ پر کاربند ہو۔ اور سنت کی ہدایت کو اپنائے۔

باطن کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ ظاہر کے ٹھیک نہ ہونے سے ہر شخص کو اسلام میں نقصان کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔ اس لئے ظاہر کو ٹھیک کئے بغیر اسلام کے کمال کا دعویٰ غلط ہے۔

شریعتِ اسلام نے بالوں کے بارے میں بھی خاص ہدایات دی ہیں۔ اس وقت ہمارے

زیر بحث ڈاڑھی کا مسئلہ ہے۔ڈاڑھی کے بارے میں صحیح حدیثوں میں متعدد صحابۂ کرام سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد منقول ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مشرکین و مجوس کی مخالفت کرو۔ اور یہ حکم جمہور ائمہ حدیث وفقہ کے یہاں وجوب کے درجہ کا ہے اس کی خلاف ورزی سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے۔جس کی وجہ سے اس کی امامت، اذان اور اقامت سب مکروہ ہوجاتی ہیں اور اس کی شہادت رد کردی جاتی ہے۔(آئندہ اس کے حوالے آرہے ہیں)اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس حکم کا شریعتِ مطہرہ میں کیا مقام ہے۔

جمہور ائمہ کے یہاں آدمی کو اپنی مُشت سے ایک مُشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور یہ ایک مشت تھوڑی کے نیچے سے دیکھی اور شمار کی جائے گی۔اس سے کم کرنا کسی کے یہاں جائز نہیں۔

شریعت کے اس حکم میں بڑے فوائد اور مصالح ہیں، جن کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔مختصراً ہر قوم اور مذہب کا خاص شعار اور خاص علامت ہوتی ہے۔جیسا کہ سکھوں، پارسیوں اور انگریزوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے خاص شعائر ہیں۔اسی طرح ایک حکومت کے مختلف شعبوں کے بھی خاص شعائر ہیں۔پولس والوں کا اپنا لباس ہے، ٹریفک پولس کا الگ لباس ہے، فوج کا الگ یونیفارم ہے، خشکی کی فوج کا الگ لباس ہے، بحری فوج کا الگ ہے۔ان شعائر اور علامات کا دیکھنے والوں پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اور تاریخ سے ظاہر ہے کہ جس قوم نے اپنے خاص شعار کو چھوڑ دیا وہ اپنا مستقل وجود کھوکر دوسری قوموں میں مدغم ہوگئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو ہر طرف کفر وشرک تھا اور مشرکین کے اپنے طور طریقے تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی طرف دعوت دے کر جو امت تیار کی وہ تمام قوموں سے ممتاز ایک امت تھی۔اس امت نے ہر چیز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔عبادات وعادات سے لے کر شکل وصورت اور لباس و پوشاک میں بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے فرمایا تھا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ (الاحزاب ۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔اور اس امت سے اللہ تعالیٰ نے

اپنے رسول کے ذریعہ یہ کہلوایا تھا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (آل عمران ۳۱) کہو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔اور اتباع کہتے ہیں رسول کے نقشِ قدم پر چلنے کو، اسی سے معلوم ہوگیا کہ بذریعہ قرآن امت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان طور طریقے اور شکل و ہیئت کو اختیار کرنے کا حکم ہے۔جن کو اختیار کرنے کا نبی نے حکم دیا ہے۔(اس طرح کی مزید آیات قرآن پاک میں موجود ہیں)۔

یہ دین اسلام دینِ فطرت ہے۔اس میں جن امور کا حکم دیا گیا ہے اسی کو ہر سلیم الفطرت انسان پسند کرے گا۔اور اسی میں انسان کا فائدہ ہے۔ڈاڑھی رکھنا اور مونچھوں کو کترنا بھی اسی میں سے ہے۔اسی لئے یہ تمام انبیاء کا طریقہ رہا ہے۔قرآنِ پاک میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑے تو ہارون علیہ السلام نے فرمایا۔ لا تأخذ بلحیتی و برأسی (طٰہٰ ۹۴) اس سے معلوم ہوا کہ ہارون علیہ السلام کے سر اور ڈاڑھی کے بال اتنے بڑے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پکڑلیا۔حدیث پاک میں دس چیزوں کو فطرت سے قرار دیا گیا ہے۔(ترمذی جلد ۲، صفحہ ۱۰۴ مع العرف الشذی ومسلم جلد ۱، صفحہ ۱۲۹) اس کا مطلب علماء کرام نے یہی بیان کیا ہے کہ یہ چیزیں انبیاء کرام کی سنت سے ہیں۔ان میں اعفاء لحیہ اور قص شارب بھی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس میں یہ مصلحت بیان فرمائی ہے۔

ڈاڑھی کی نوعیت یہ ہے کہ اس سے چھوٹے اور بڑے کی تمیز ہوتی ہے۔اور وہ مردوں کے لئے شرف اور جمال ہے اور اسی سے ان کی مردانہ ہیئت کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ سنتِ انبیاء ہے۔اس لئے اس کا رکھنا ضروری ہے۔اور اس کا صاف کرنا مجوس و ہنود وغیرہ اکثر غیر مسلم قوموں کا طریقہ ہے۔نیز چونکہ بازاری قسم کے اور نیچی سطح کے لوگ عموماً ڈاڑھیاں نہیں رکھتے اس لئے ڈاڑھیاں نہ رکھنا گویا اپنے کو انہیں کی صفوں میں شامل کرنا ہے۔

(معارف الحدیث جلد ۳، صفحہ ۶۲ بتوسط ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۱۲۹)

ڈاڑھی منڈانے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ غیر مسلمین کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور حدیث پاک میں آیا ہے۔من تشبہ بقوم فھو منھم (ابوداؤد صفحہ ۵۵۹ باب فی لبس الشھرۃ) جو

جس قوم کے مشابہ ہوا، وہ انہی میں سے ہے۔ یہ شریعت کا بہت بڑا اصول اور ضابطہ ہے جس سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔

دوسری ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ڈاڑھی منڈوانے سے عورتوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے کہ ان کو ڈاڑھی نہیں ہوتی۔ حدیث میں آیا ہے **لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء و المتشابھات من النساء بالرجال** (بخاری جلد ۲، صفحہ ۸۷۴ کتاب اللباس) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (**اعاذنا اللہ من لعنة الرسول علیہ السلام**)

اللہ تعالیٰ نے فطرۃً مردوں اور عورتوں میں یہ فرق اور امتیاز رکھا ہے جو لوگ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ احکم الحاکمین کے فیصلہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور تغییر خلق اللہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **فطرة اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ**۔ (الروم ۳۰) اللہ کے خلق کو مت بدلو۔

ایک مسلمان کے لئے صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہی مر مٹنے کے لئے کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک ایسی تھی **قد ملأت لحیتہٗ ما بین ھذہ الیٰ ھذہ قد ملأت نحرہ**۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۸ آخری باب) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک سینہ کو بھرے ہوئے تھی دائیں سے بائیں تک۔ مسلم شریف میں ہے کہ آپؐ کے ڈاڑھی کے بال بہت تھے (مسلم جلد ۲، صفحہ ۲۵۹) اور شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھنی ڈاڑھی والے تھے۔ (شمائل صفحہ ۲) محبت کی کچھ جھلک دل میں ہو تو یہی تصور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے مشابہت ہو رہی ہے اتباع کے لئے کافی ہے۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۹ ر ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

۹ ر مئی ۱۹۹۵ء بروز منگل

مسائل

فتاویٰ دار العلوم دیو بند مدلل و مکمل میں ہے۔

فتویٰ نمبر (۹۶۷) جو مسلمان ڈاڑھی منڈواتے ہیں یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں وہ فاسق ہیں۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۳، صفحہ ۲۴۰)

فتویٰ نمبر (۹۳۵) وہ (ڈاڑھی منڈا شخص) فاسق ہے اور فاسق کی امامت جیسے فرائض میں مکروہ تحریمی ہے۔ تراویح میں بھی مکروہ ہے۔ (ایضا جلد ۳، صفحہ ۲۲۶)

احسن الفتاویٰ میں مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہٗ لکھتے ہیں۔

ڈاڑھی منڈانے یا کترانے والا اور انگریزی بال رکھنے والا فاسق ہے اس لئے اس کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی اذان کا اعادہ مستحب ہے۔ اقامت کا نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۲، صفحہ ۲۸۶)

الدر المختار میں ہے کہ **واما الاخذ منھا وھی دون ذالک کما یفعلہٗ بعض المغاربة و مخنثة الرجال فلم یُبِحه احد واَخْذُ کُلِّھَا فعلُ یھودِ الھند ومجوسِ الاعاجم**۔ (الدر المختار مع الشامی جلد ۲، صفحہ ۱۲۳ رشیدیہ)

یعنی ڈاڑھی کو ایک مُٹھی سے کم کرنا جیسا کہ مغرب کے بعض لوگ اور مخنث قسم کے مرد کرتے ہیں اس کو کسی نے جائز قرار نہیں دیا۔ اور پوری ڈاڑھی لے لینا یہ ہندوستان کے یہودیوں اور عجم کے مجوسیوں کا فعل ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی کو منڈوانا اور ایک مشت سے کم کرانا یہ دونوں کسی کے یہاں جائز نہیں۔ اس پر تمام علماء متفق ہیں۔ کسی کا اختلاف نہیں۔ اس مسئلہ پر چاروں فقہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علماء متفق ہیں۔ (المنھل العذب المورود فی شرح سنن ابی داؤد جلد ۱، صفحہ ۱۸۶)

ابن حزم ظاہری نے ڈاڑھی رکھنے کو فرض کہا۔ (المحلی جلد ۲، صفحہ ۲۲۰)

چاروں فقہ کے علماء کی عبارتیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی کتاب 'ڈاڑھی کا

وجوب' اور مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری کی کتاب 'ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں' اور مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کی کتاب 'جواہر الفقہ' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

ڈاڑھی کے وجوب کے دلائل

یہ تمام علماء کرام کم از کم ایک مشت ڈاڑھی رکھنے کو فرض یا واجب اور اس کے کم کرنے کو حرام اس لئے کہتے ہیں کہ یہی فطرتِ الٰہی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکیدی حکم صادر فرمایا ہے۔ آپؐ نے اور آپؐ کے تمام صحابہ نے اس پر عمل کیا ہے۔ اور ڈاڑھی منڈوانے والے کافروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت نفرت فرمائی ہے۔ ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں فرمایا۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خالفوا المشرکین ووفّروا اللحیٰ۔ مشرکین کی مخالفت کرو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ۔ (بخاری کتاب اللباس جلد ۲ صفحہ ۸۷۵)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو کاٹو اور ڈاڑھی کو لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ (مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۲۹ طبع پاکستان) جزّو الشوارب وارخوا اللحیٰ خالفوا المجوس۔

۳۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عشر من الفطرة دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ قص الشارب واعفاء اللحیة الی آخر الحدیث۔ مونچھوں کو کاٹنا اور ڈاڑھی کو بڑھانا (جس میں شامل ہے)۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

صحیح ابوعوانہ میں فطرت کے بجائے سنت کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۲۷۹)

۴۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔ اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو گھروں سے نکال دو۔ (بخاری جلد ۲، صفحہ ۸۷۴)

اس معنیٰ کی روایتوں سے ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام نے وجوب کو سمجھا اس لئے کہ صیغۂ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے جب کہ اس سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں۔

امام نوویؒ مسلم شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اعفاء کا مطلب ہے زیادہ کرنا اور یہی مطلب ہے دوسرے لفظ اَرْخُوا کا اور فارس کے لوگوں کی عادت تھی ڈاڑھی کو کاٹنا۔ شریعت نے اس سے منع کر دیا۔ (شرح مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۲۹) پھر نوویؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ روایتوں سے پانچ کلمات حاصل ہوئے۔ ان سب کے معنیٰ یہ ہیں کہ ڈاڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ (جلد ۱، صفحہ ۱۲۹)

حافظ ابن حجر نے بھی شرح بخاری میں لکھا کہ مجوس اپنی ڈاڑھیاں کاٹتے تھے اور بعض منڈواتے بھی تھے۔ حدیث میں انہی کی مخالفت کا حکم ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۲۸۸)

دیکھئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر تمام تابعین اور صالح مؤمنین نے عمل کیا کسی سے اس کے خلاف مروی نہیں۔ بلکہ نہ رکھنے پر نکیر اور وعید مروی ہے اس لئے یہ حکم واجب ہوا۔ حدیث نمبر ۴ سے معلوم ہوا کہ جو ڈاڑھی منڈا کر عورتوں کے مشابہ ہوا وہ بزبانِ رسالت ملعون اور خدا کی رحمت سے دور ہوا۔ اور جس گناہ پر لعنت کی وعید ہوتی ہے وہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے اس لئے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اور جو کبیرہ کا مرتکب ہو وہ فاسق یعنی خدا کے حکم اور اطاعت سے خارج ہوتا ہے۔ اور فاسق کی امامت، اذان مکروہ ہوتی ہے اسی طرح فاسق کی شہادت بھی رد ہو جاتی ہے۔ اسی لئے مفتیان کرام نے وہ فتاویٰ دئے جو شروع میں مذکور ہوئے۔ (اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس لعنت سے بچائے)۔ آمین

ڈاڑھی منڈے سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت کا ایک واقعہ

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ کہ کسریٰ کے نائب باذان نے اپنے دو آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے تھے کہ حضرتؐ کو (نعوذ باللہ) گرفتار کر کے لائیں جب یہ دونوں پہنچے تو ان کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں لمبی تھیں۔ حضرت

صلی اللہ علیہ سلم نے ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں فرمایا اور پوچھا کہ تم کو کس نے ایسا کرنے کو کہا۔ان دونوں نے کہا ہمارے رب یعنی کسریٰ (شاہ ایران) نے۔آپ صلی اللہ علیہ ولم نے فرمایا لیکن میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں ڈاڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کٹاؤں۔(البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۲۷۰) دوسری کئی کتابوں میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

تنبیہ (۱): دیکھئے کافر ہونے کے باوجود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر نکیر فرمائی اور اُن کی صورت دیکھنا پسند نہیں فرمایا۔ایک مسلمان آپؐ کے نام کا کلمہ پڑھنے والا اور آپؐ کی محبت کا دم بھرنے والا امتی جب ایسا کرے گا تو آپؐ کو کس قدر ناگواری ہوگی۔سوچو اور غور کرو۔

قبر میں تین سوالوں میں سے ایک سوال یہ بھی ہوگا **ما تقول فی ھذا الرجل** ۔بعض علماء کے بقول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ پیش کر کے یہ پوچھا جائے گا۔ایک ڈاڑھی منڈا شخص اپنا چہرہ کس طرح حضرت کے سامنے پیش کرے گا۔اگر آپؐ نے بوجہ ناگواری اپنا چہرہ پھیر لیا تو کیسی محرومی ہوگی۔ (ماخوذ از ڈاڑھی کا وجوب)

میدان حشر میں بھی سامنا ہوگا۔ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بہرحال محتاج ہیں۔اگر وہاں بھی حضرت نے اپنا چہرۂ مبارکہ پھیر لیا یا پوچھ لیا کہ میرے طریقہ میں تم کو کیا خرابی نظر آئی تھی اور کفار و مشرکین کے طریقہ میں کیا خوبی نظر آئی تھی کہ تم نے میری سی صورت نہیں بنائی بلکہ میرے دشمنوں کی سی تو آدمی کیا جواب دے گا۔اللہ تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو پوری زندگی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

تنبیہ (۲): بہت سے گناہ جیسے زنا، لواطت، شربِ خمر، جھوٹ، چوری ایسے ہیں کہ جب تک آدمی ان کا مرتکب ہوتا ہے اس وقت تک گنہگار رہتا ہے۔جب باز آجاتا ہے تو گناہ کا فعل بھی ختم ہو جاتا ہے۔لیکن ڈاڑھی کٹانا یا منڈانا ایسا گناہ ہے کہ جب تک آدمی توبہ نہ کرے اور شرعی ڈاڑھی نہ رکھے اس وقت تک اس کا گناہ قائم اور باقی رہتا ہے۔عبادت کر رہا ہے تب بھی گنہگار ہے۔سو رہا ہے، یا کھاپی رہا ہے اس وقت بھی اس کا یہ گناہ قائم اور باقی ہے۔دیکھئے کیا خبیث گناہ ہے یہ۔ملاقات کے وقت جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت تھی اگر اللہ تعالیٰ بھی

بندے کی طرف توجہ نہ فرمائیں تو ایسے بندے کی عبادات بھی قبولیت کا مقام نہ حاصل کر سکیں گی۔ پھر آخرت کا کیا حال ہوگا؟ سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے۔ (ماخوذ از ڈاڑھی کا وجوب)

ایک واقعہ:- مرزا قتیل ایک فارسی شاعر گزرے ہیں۔انہوں نے معرفت اور حکمت کے اشعار بھی کہے ہیں۔ایک ایرانی شخص ان کے اشعار پڑھ کر معتقد ہو گیا اور ملاقات و زیارت کے لئے حاضر ہوا۔سمجھا کہ بہت بڑے بزرگ ہوں گے۔جب پہنچا تو دیکھا کہ مرزا صاحب ڈاڑھی مونڈ رہے ہیں۔اُس ایرانی نے تعجب سے پوچھا۔آپ ڈاڑھی مونڈ رہے ہیں؟ مرزا نے کہا۔ہاں اپنی ڈاڑھی مونڈ رہا ہوں لیکن کسی کا دل زخمی نہیں کر رہا ہوں۔اس ایرانی نے فوراً جواب دیا کیوں نہیں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل زخمی کر رہے ہیں۔یہ سن کر مرزا صاحب بے ہوش ہو گئے۔ہوش آیا تو فارسی میں یہ شعر کہا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی　　مرا باجانِ جاں همراز کردی

جسکا مطلب یہ ہے کہ تمہارا شکریہ کہ تم نے میری آنکھ کھول دی اور مجھے میرے قلب کی روح تک پہنچا دیا۔یعنی بات سمجھا دی۔ (ڈاڑھی کا وجوب حضرت شیخ محمد زکریاؒ)

ڈاڑھی کی مقدار

ڈاڑھی کی وہ مقدار کیا ہے جس پر عمل کر لینے سے واجب ادا ہو جاتا ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

(۱) ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی مقدار نہیں۔جتنی بھی بڑی ہو جائے اس کو ہاتھ نہ لگایا جائے اور نہ کاٹا جائے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں مختلف الفاظ آئے ہوئے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے کہ بڑھتی رہے۔اور کسی حدیث سے اس کو کاٹنا اور چھوٹا کرنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ یہی الفاظ حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے اور اسی کی علماء کی ایک جماعت قائل ہے۔اُن میں شوافع بھی ہیں اور

ان کے علاوہ بھی۔ (شرح نووی مع مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۲۹)

(۲) دوسری جماعت کہتی ہے کہ احادیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ڈاڑھی کو بالکل ہاتھ نہ لگایا جائے اگرچہ بہت بڑی ہوجائے بلکہ احادیث کا منشاء یہ ہے کہ اتنی بڑی ہوجائے کہ مجوس کی مخالفت ہوجائے جو منڈاتے اور چھوٹی کراتے تھے۔ اس لئے اس جماعت سے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ (انہی میں احناف بھی ہیں) کہ ایک مٹھی سے زائد ہوجائے تو کاٹ دی جائے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مرفوع احادیث کے راوی حضرت ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ۔ اور حضرت عمرؓ سے یہ مروی ہے کہ یہ حضرات مٹھی سے زائد کو کاٹ دیتے تھے اور راویِ حدیث، حدیث کے معنی کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ ان کے فعل سے حدیث کے منشاء کو ہم معلوم کرسکتے ہیں۔

امام بخاری کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے باب تقلیم الاظفار میں مرفوع حدیث (جس میں ڈاڑھی کو چھوڑنے اور مونچھ کو مبالغہ سے کاٹنے کا ذکر ہے) ذکر کرنے کے بعد ابن عمرؓ کا یہ فعل ذکر کیا ہے کہ جب حج یا عمرہ کو جاتے تو اپنی مٹھی کو پکڑتے اور جو زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے۔

(بخاری جلد ۲، صفحہ ۸۷۵)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے ابن عمرؓ حج وعمرہ کے ساتھ کم کرنے کو خاص نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اعفاء کا مطلب یہ لیتے تھے کہ ڈاڑھی بڑھائی جائے لیکن اتنی نہیں کہ ڈاڑھی کے بڑھنے سے آدمی کی صورت بُری معلوم ہونے لگے۔ پھر حافظ نے طبری کا کلام نقل کیا جس میں ابن عمرؓ وابوہریرہؓ اور حضرت عمرؓ کا فعل مذکور ہے۔ (جو مطلق ہے حج وعمرہ کی قید نہیں)

(فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۵۰)

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے، ہاں حج یا عمرہ کے وقت یعنی ایک قبضہ کے بعد کاٹ سکتے ہیں۔ طبری نے اس قول کو ایک جماعت سے نقل کیا۔ ابو داؤد میں حضرت جابر سے سندِ حسن سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سبال کو (لمبی ڈاڑھی کو) چھوڑ دیتے تھے مگر حج یا عمرہ میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسک (حج وعمرہ) کے وقت کم کرتے تھے دوسرے وقت میں نہیں۔ (فتح الباری صفحہ ۳۵۰)

طبری نے عطاء کا قول اختیار کیا ہے۔ حسن بصریؒ اور عطاء سے یہ منقول ہے کہ ڈاڑھی کے طول وعرض سے کچھ کاٹ سکتے ہیں لیکن زیادہ نہیں۔ طبری نے اس کے لئے ترمذی کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے طول و عرض سے کچھ لیتے تھے۔ (ترمذی جلد ۲، صفحہ ۱۰۵) لیکن ترمذی کی یہ روایت بہت ضعیف ہے، استدلال کے لائق نہیں۔ اس لئے صحابۂ کرام کے فعل سے استدلال مناسب ہے اور ترمذی کی روایت صرف تائید کے لئے پیش کرنا چاہئے۔ اور صحابہ کے فعل میں قبضہ کی قید مذکور ہے۔ دوسری طرف امام نوویؒ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ پہلا قول بہتر ہے اس لئے کہ احادیث صحیحہ میں ڈاڑھی کو چھوڑنے کا حکم ہے۔ اس لئے مختار یہ ہے کہ بالکل اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ نووی کی مراد شاید غیر نسک میں ہے اس لئے کہ امام شافعیؒ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ نسک میں تقصیر (کم کرانا) مستحب ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۵۰)

تنبیہ: اس پوری بحث سے یہ ظاہر ہے کہ ایک قبضہ سے کم کرنے کے قول میں گنجائش نہیں۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک قبضہ ڈاڑھی مسنون ہے۔ (درمختار جلد ۲، صفحہ ۱۲۳ رشیدیہ)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں ہے صرف سنت ہے، نہ رکھا تب بھی کوئی حرج نہیں۔ ایسا سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد ہی وہ بات مذکور ہے جو پہلے ذکر ہوئی کہ ایک قبضہ سے کم کرنا جائز نہیں۔ یہ بعض مغاربہ اور مخنثۃ الرجال کا فعل ہے۔ الخ

اس لئے اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ایک قبضہ کے بعد کاٹ دینا سنت ہے۔ یعنی ڈاڑھی رکھنا جو واجب ہے وہ ایک قبضہ سے ادا ہوجاتا ہے۔ اس واجب کو ادا کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک قبضہ ہو، اس سے زائد کو کاٹ دے۔ یہ ہے اس عبارت کا مطلب جو اعفاء لحیہ کے وجوب کے خلاف نہیں۔ لیکن یہ دعویٰ کہ ایک قبضہ کے بعد کاٹ دینا سنت ہے۔ دلیل کا محتاج ہے کسی مرفوع حدیثِ قولی یا فعلی سے اس کا ثبوت نہیں۔ ترمذی کی حدیث قابلِ استدلال نہیں۔ اس میں عمر بن ہارون بہت ضعیف راوی ہے۔

اور اس میں قُبضہ کا لفظ بھی نہیں۔ اسی لئے امام شافعیؒ نے نسک میں صرف مستحب کہا

کما مرنہ کہ سنت اور امام بخاریؒ نے جو روایت حضرت ابن عمرؓ کی ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے وقت ایسا کرتے تھے۔ اور ابن عمرؓ ایک سال حج کرتے اور دوسرے سال عمرہ (بخاری صفحہ ۶۴۸) تو معلوم ہوا کہ سال میں ایک دفعہ ایسا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ بعد میں ایک قُبضہ سے زائد ہو جاتی رہی ہوگی۔ اور اگر یہ مانا جائے کہ بغیر حج وعمرہ کے بھی ایسا کرتے ہیں جیسا کہ طبری کی روایت کی وجہ سے حافظ کا رجحان ہے۔ تو بھی صحابہ کے فعل سے سنیت ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ ظاہر حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدرجۂ استثنا مان کر رخصت اور اجازت ہی ثابت ہو سکتی ہے اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ایک قبضہ کے بعد کاٹ سکتے ہیں۔ شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے نزدیک ایک قبضہ کے بعد بھی نہ کاٹنا اولیٰ ہے۔ (حاشیہ ترمذی جلد ۲، صفحہ ۱۰۵)

بعض لوگوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ایک قبضہ کے بعد کاٹ دینا واجب ہے۔ یہ قول بھی صحیح نہیں جب سنیت ثابت نہیں ہوتی تو وجوب کہاں سے ثابت ہوگا۔ اس لئے ان کے کلام میں وجوب کو ثبوت کے معنی میں لینا چاہئے۔ اور بعض لوگوں نے یجب کے بجائے یُحِبُّ نقل کیا ہے۔
(درمختار اور شامی جلد ۲، صفحہ ۱۲۳)

اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ڈاڑھی کی کوئی مقدار نہیں۔ جس کو آپ ڈاڑھی سمجھ لیں وہ ڈاڑھی ہے۔ (اس طرح کی بات مودودی صاحب نے لکھی ہے۔ ان کی کتاب رسائل ومسائل میں یہ بات مذکور ہے)

اسلئے کہ شریعت نے ڈاڑھی کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ بڑھے۔ اگر ابن عمرؓ وغیرہ صحابہ کے افعال نہ ہوتے تو ایک مشت کے بعد بھی کاٹنے کی اجازت نہ ہوتی۔ لیکن ان افعال کی وجہ سے ایک قبضہ کے بعد کاٹنے کی اجازت ہوگئی۔ ایک قبضہ سے کم کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس لئے وہ عدم جواز کے تحت ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی بات اجماعِ علماء کے خلاف ہے۔ اس لئے متعدد علماء نے حتی کہ جماعتِ اسلامی کے لوگوں نے بھی ان کی تردید کی ہے۔[1]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی گھنی اور کثیر تھی کما مر اور خلفائے راشدین کی ڈاڑھیاں

۱؎ اختلافِ امت اور صراط مستقیم جلد ۱، صفحہ ۱۹۵)

بھی گھنی اور بڑی تھیں اور ڈاڑھی شعارِ اسلام بھی ہے اس لئے اس کو نمایاں ہونا چاہئے اسی لئے جمہور علماء کے نزدیک ایک قبضہ سے کم کرنا جائز نہیں۔ ایک جماعت کے نزدیک ایک قبضہ کے بعد کاٹنا چاہئے یا کاٹ سکتے ہیں۔

دوسری جماعت کہتی ہے کہ صرف حج یا عمرہ میں کاٹیں۔ اس کے بغیر نہیں۔ تیسری جماعت کہتی ہے کہ ایک قبضہ کے بعد میں بھی نہ کاٹیں الا یہ کہ بہت بڑی ہو جائے جس کی وجہ سے آدمی کا مذاق اُڑایا جائے تب تھوڑی سی کاٹ دیں اور چوتھی جماعت کہتی ہے کہ کسی حال میں بالکل ہاتھ نہ لگائے۔ اسی کو نووی، شوکانی وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ صحابہ کرام ابن عمرؓ وغیرہ کے فعل کو تخصیص کے درجہ میں نہیں مانتے۔ احناف نے پہلے قول کو اختیار کیا اور قبضہ کے بعد کاٹنے کے قائل ہوئے۔ یہ لوگ ابن عمرؓ وغیرہ کے فعل کو مخصِص مانتے ہیں۔ اس سے رخصت ثابت کرتے ہیں۔ یہی قول سب سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ: عنفقہ (یعنی ڈاڑھی بچہ) جو بال نیچے کے ہونٹ کے نیچے درمیان میں تھوڑی کے اوپر ہوتے ہیں اور ان کو عنفقہ کہتے ہیں وہ بھی ڈاڑھی کے حکم میں ہیں اُن کا مونڈنا یا کترنا بھی حرام اور بدعت ہے۔ (فیض الباری جلد ۴، صفحہ ۳۸۰، اور ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۱۷) بخاری شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی بچہ کے بال سفید تھے۔ (جلد ۱ صفحہ ۵۰۲) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی کی طرح یہ بال بھی محفوظ تھے۔

ایک شبہہ اور اس کا جواب

سوال:- ایک شبہہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں ڈاڑھی کا مسئلہ بیان نہیں ہوا۔ اسلام میں اگر اس کی اہمیت ہوتی تو قرآن میں یہ مسئلہ بیان ہونا چاہئے تھا۔

جواب:- یہ کہنا کہ قرآن میں ڈاڑھی مذکور نہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ سورۃ طٰہٰ میں موسیٰ وہارون علیہما السلام کے قصہ میں یا بنؤم لا تأخذ بلحيتي ولا برأسي (طٰہٰ ۹۴) آیا ہے۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی اور سر کے بال کو پکڑ لیا تو حضرت ہارون

علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اے میرے بھائی میری ڈاڑھی اور سر (کے بال) کومت پکڑیے۔اس سے معلوم ہوا کہ سر اور ڈاڑھی کے بال اتنے بڑے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ہاتھ سے پکڑ لیا تھا۔اس سے نبی ہارون علیہ السلام کی لمبی ڈاڑھی کا پتہ چلا۔

اور سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ فرمایا جن میں ہارون علیہ السلام بھی ہیں۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا۔ اولئک الذین ھدی اللہ فبھدھم اقتدہ۔(انعام ۹۱) یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔آپ ان کی ہدایت اور سیرت کا اتباع کریں۔اس میں ہارون علیہ السلام کا اتباع ان کی ڈاڑھی میں بھی داخل ہے۔اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مأمور ہوئے تو امت بھی لامحالہ اس کی مامور ہوئی۔اس طرح یہ مسئلہ قرآن میں بھی مذکور ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے شیطان کی یہ بات قرآن پاک میں نقل فرمائی۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ (النساء ۱۱۹) کہ میں لوگوں کو حکم دوں گا تو وہ اللہ کے خلق کو بدلیں گے۔چنانچہ وہ لوگوں کو تغییر خلق اللہ کا حکم دیتا ہے اور اس کی اطاعت کرنے والے خلق اللہ میں تغیر کرتے ہیں۔اسی تغیر میں ڈاڑھی کو مونڈنا اور ایسا تصرف کرنا بھی داخل ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اجازت نہیں دی۔اس طرح بھی یہ مسئلہ قرآن میں مذکور ہے۔خلق اللہ سے اس آیت کریمہ میں کیا مراد ہے؟ تو مفسر ابن جریر طبری نے دو احتمال ذکر کئے ہیں۔

۱۔جسمانی تغییر جیسے خصّی کرنا۔ یا جانوروں کے کان کاٹنا یا بالوں کو چننا وغیرہ۔

۲۔اللہ تعالیٰ کے دین اور حکم میں تغییر۔

ابن جریر نے دوسرے معنیٰ کو یہاں ترجیح دی ہے اس لئے کہ اس سے پہلے یہ مذکور ہے۔ ولا مرنھم فلیبتکن آذان الانعام۔کہ میں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان کاٹیں گے۔اب اگر خلق اللہ سے جسمانی تغییر مراد لی جائے تو تکرار لازم آئے گی۔اور تأسیس اولیٰ ہے تاکید سے۔اس لئے اللہ کے دین میں تغیر مراد لینا اولیٰ ہوگا۔اور اس میں ہر گناہ اور نافرمانی داخل ہوگی۔فرائض و واجبات کو چھوڑنا بھی اور معلوم ہے کہ شیطان ہر نافرمانی کا حکم دیتا ہے اور تمام مأمورات سے روکتا

ہے۔(تفسیر ابن جریر طبری جلد ۵،صفحہ ۲۸۵) اس طرح بھی یہ مسئلہ قرآن میں مذکور ہے۔

امام سیوطی نے درمنثور میں حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس کام ہیں جن کو قوم لوطؑ نے کیا اور ان کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔میری امت ایک کام بڑھائیگی ان میں ڈاڑھی کو کاٹنا اور مونچھوں کو بڑھانا ہے۔اس روایت کو اسحٰق بن بشیر اور خطیب اور ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔ (درمنثور جلد ۴،صفحہ ۳۴۴)

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دستور کی شکل میں نازل ہوا ہے۔اس لئے وہ کلی امور بیان کرتا ہے۔جزئیات زیادہ بیان نہیں کرتا۔جیسا کہ ہر ملک اور حکومت کے دستور کا حال ہے اور یہ قرآن براہ راست انسانوں کو نہیں ملا ہے بلکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس دستور کی تشریح اور تنفیذ کرنے والے ہیں۔اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اسی جیسی چیز مزید اس کے ساتھ دی گئی ہے۔(یعنی حدیث جو وحی غیر متلو سے ملی ہے) رواہ ابو داؤد روی الدارمی نحوہ۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۲۹)

اسی لئے گدھے، بلی، چوہے کو حرام مانا جاتا ہے باوجودیکہ قرآن میں ان کی حرمت نہیں بیان ہوئی ہے ہاں وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف ۱۵۷) کے عموم میں داخل ہیں۔اور حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (حشر ۷) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو دیں لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔اس لئے حدیث پر عمل کرنا قرآن پر عمل کرنا ہے۔اور حدیثوں کو چھوڑنا قرآن کو چھوڑنا ہے۔تو جو چیز احادیث میں مذکور ہوگی گویا وہ قرآن میں بھی ہے۔بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو گودنا گودیں اور جو گودنا گدوائیں اور جو چہرہ کے بالوں کو اُکھاڑیں اور جو اُکھڑوائیں اور جو حُسن کے لئے دانتوں کو ریت کر کشادہ کرائیں جو اللہ کے خلق میں تغییر کرتی ہیں۔ابن مسعودؓ کی بات قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت کو جس کو ام یعقوب کہا جاتا تھا معلوم ہوئی تو وہ ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے یہ خبر ملی

ہے کہ آپ نے فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں کیوں نہ لعنت بھیجوں جن پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی اور جس کا ذکر کتاب اللہ میں بھی ہے۔ اس عورت نے کہا میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں یہ نہیں ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ فرمایا اگر تم نے (غور سے سمجھ کر) پڑھا ہوتا تو ضرور پاتی کیا یہ آیت نہیں پڑھی ہے **وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا** اس عورت نے کہا جی ہاں۔ فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس عورت نے کہا۔ میرا گمان یہ ہے کہ آپ کے گھر کی عورت (بیوی) ایسا کرتی ہے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا جا کر دیکھ لے۔ وہ عورت دیکھنے گئی۔ لیکن اس کا گمان غلط نکلا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر میری عورت ایسی ہوتی (یعنی یہ غلط کام کرتی جس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے) تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی۔ (بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۷۲۵)

دیکھئے اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کچھ احادیث میں ہے گویا کہ وہ قرآن میں بھی ہے۔ **وما آتاکم الرسول فخذوہ** کے عموم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتیں داخل ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گودنا گودنا، گدوانا اور چہرہ کے بال اُکھاڑنا، اکھڑوانا اور ریت کر دانتوں کو کشادہ کرنا یہ سب تغیر خلق اللہ اور موجبِ لعن ہے اس لئے کہ شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ ٹھیک اسی طرح ڈاڑھی کے بالوں کو منڈوانا یا کتروانا بھی تغیر خلق اللہ اور موجبِ لعن ہے۔ اس لئے کہ شریعت نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

ایک اہم اور ضروری ہدایت

اب تک جو دلائل قرآن وحدیث سے پیش کئے جا چکے وہ کسی طالبِ حق وہدایت کے لئے بالکل کافی ہیں اس کے باوجود اگر کسی کو اطمینان نہ ہو تو یہ قرآن وحدیث پر بے اطمینانی ہے۔ بلکہ تمام سلف صالحین پر۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ تمام سلف صالحین کے درمیان متفق علیہ ہے۔ اس لئے اپنے ایمان پر نظر ثانی کرنی چاہئے کہ آیا ہم کو قرآن وحدیث پر ایمانِ صادق ہے یا نہیں۔ اور کس طرح ایمانِ صادق حاصل ہوسکتا ہے۔

بہت سے مسلمان بھائی ایسے بھی ہیں جو مانتے ہیں کہ ڈاڑھی اسلامی شعار ہے اور بہت اہم ہے لیکن بُری عادت پڑ جانے اور غلط سوسائٹی اور ماحول میں رہنے کی وجہ سے ان کو ڈاڑھی رکھنے کی جرأت اور ہمت نہیں ہوتی۔ سوچتے ہیں کہ اگر رکھ لی تو دوست احباب طعنہ دیں گے اور ملامت کریں گے اور ایمان واسلام اس پر منحصر نہیں۔ اس کے بغیر بھی ہم مسلمان ہیں۔ اس طرح اپنے دل کو بہلا لیتے ہیں۔ لیکن ان کو سوچنا چاہئے کہ اسلام کا مطلب ہے اپنے کو مکمل طور پر خدا کے حوالہ کر دینا اور پورے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا پابند ہو جانا۔ اس کے بغیر اسلام کامل نہیں ہوسکتا۔ اور بغیر اسلام کے ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بغیر ڈاڑھی کے بھی آدمی مسلمان رہ سکتا ہے۔ کافر نہیں ہو جاتا لیکن یہ اسلام ناقص ہے۔ ایسے اسلام پر مکمل کامیابی کا وعدہ نہیں۔ اگر مکمل کامیابی چاہئے تو خواہشِ نفس کو چھوڑ کر اور ماحول سے بے نیاز ہو کر مکمل دین پر آنا ہوگا۔ اسی لئے اسلام میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ کی بہت اہمیت ہے۔ حالانکہ ان کے بغیر بھی آدمی مسلمان رہ سکتا ہے۔ اور زنا، چوری، بدنظری، بدگمانی، شراب خوری وغیرہ سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔ باوجودیکہ ان گناہوں کا کرنے والا بھی مسلمان رہ سکتا ہے۔ یہ سب اسی لئے ہے تا کہ آدمی کامل مسلمان ہو اور کامل کامیابی حاصل کرے۔ اسی طرح ڈاڑھی کو سمجھنا چاہئے۔

ڈاڑھی منڈانے اور کترانے والے بار بار یہ عمل کرتے ہیں۔ اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کبھی آدمی یہ سوچتا ہے کہ بڑی عمر کے ہو کر ڈاڑھی رکھ لیں گے۔ لیکن کسے معلوم ہے کہ وہ بڑی عمر تک پہنچے گا یہ بھی شیطانی دھوکہ ہے۔ اور بہت سے لوگ بڑی عمر ہو کر بھی ڈاڑھی نہیں رکھتے اس لئے کہ برابر ڈاڑھی مونڈتے یا کترواتے رہنے کی وجہ سے اس گناہ کی قباحت دل میں ختم ہو جاتی ہے اس لئے اخیر میں بھی توفیق نہیں ملتی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ غلط ماحول میں رہنے کی وجہ سے آدمی کے لئے شریعت پر عمل کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اور خاص طور سے ڈاڑھی رکھنا بھی۔ اس کا حل یہ ہے کہ ایک خاصی مدت کے لئے آدمی غلط ماحول چھوڑ کر صالح ماحول حاصل کرلے۔ کسی خانقاہ میں کسی شیخِ کامل کی صحبت میں چلا جائے یا آج کل کی چلتی پھرتی خانقاہ تبلیغی جماعت میں چار ماہ کے لئے چلا جائے۔

انشاء اللہ اس کو ڈاڑھی رکھنے کی بھی توفیق مل جائے گی اور بقیہ شریعت پر بھی عمل آسان ہوگا۔ اور پھر آکر مقامی دعوت کے کام میں لگا رہے۔ انشاء اللہ اس کو استقامت حاصل ہوگی۔ یہ نہایت مجرب نسخہ ہے جو بہت سے لوگوں میں کامیاب دیکھا گیا۔

اس کا راز یہ ہے کہ غلط ماحول میں مؤمن کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اس لئے نفس حیلے بہانے تلاش کرتا رہتا ہے۔ نیک ماحول میں جب ایمان میں ترقی ہوتی ہے تو پھر خدا کا خوف غالب آجاتا ہے لوگوں کا خوف نہیں رہتا اس لئے آدمی کو ہمت ہو جاتی ہے اور شریعت پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ صالح ماحول سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لئے شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جبکہ دوسرے لوگ ہمت نہیں کر پاتے۔

آج کون سی جگہ ہے جہاں ڈاڑھی والے اور دیندار لوگ نہیں ہیں۔ یونیورسٹی، کالج، اسکول، ہسپتال، بازار، تجارت ہر جگہ آپ کو دین دار اور ڈاڑھی والے ملیں گے۔ یہ کیوں نہیں اس ماحول سے متاثر ہوتے؟ بات اصل میں وہی ہے جو کہی گئی۔ اس لئے ضروری ہے کہ صالح ماحول سے اپنے کو متعلق کیا جائے۔ کسی شیخ سے اپنا تعلق بھی قائم کیا جائے اور دعوت کے عمل سے اپنے کو منسلک بھی کیا جائے جو قرون اولیٰ کا طریقہ ہے۔ پھر انشاء اللہ ڈاڑھی رکھنے کی بھی توفیق ملے گی اور پوری شریعت پر عمل کرنے کی بھی۔ جو چاہے اس نسخہ پر عمل کر کے دیکھ لے۔

کل قیامت کے دن جبکہ رب ذوالجلال کی عدالت قائم ہوگی ہمارے نفس کے سارے حیلے دھرے رہ جائیں گے۔ اور ماحول وسوسائٹی کا بہانا کام نہیں آئے گا۔ میزانِ عدل سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ اس وقت صرف اور صرف اتباعِ شریعت اور سنت ہی کام آئیں گے۔ اس وقت کے آنے سے قبل ہم اپنی زندگی شریعت وسنت کے مطابق کرلیں یہی دانشمندی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ وآلہ وصحبہ ومن تبعھم الی یوم الدین والحمد للہ اولا و آخرا۔

ضمیمہ

مونچھ کا کاٹنا

ڈاڑھی کے مسئلہ پر بحث کے دوران احادیث میں بھی اور علماء کے کلام میں بھی مونچھ کا تذکرہ آیا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کے متعلق بھی مختصراً لکھ دیا جائے۔ اس مسئلہ میں بھی مسلمانوں میں کوتاہی دیکھی جاتی ہے۔

الفاظ حدیث: مونچھ کے بارے میں احادیث متعددہ میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ اَحْفُوا، اَنْهِکُوا، جُزّوا قَصُّ الشَّارِب۔ احفاء کا مطلب ہوتا ہے استقصاء یعنی پورا لے لینا، اور نہک کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کے زائل کرنے میں مبالغہ کرنا اور جزّ کا مطلب ہوتا ہے بال یا اون کو جِلد تک کاٹنا۔ یہ تمام الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ مطلوب ازالہ میں مبالغہ کرنا ہے۔
(فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۷)

رہا قص کا لفظ تو اس کے کئی معنیٰ ہیں ایک معنیٰ ہے کسی شئے کو کسی شئے سے مخصوص آلہ سے کاٹنا۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۳۵) اس میں مبالغہ کی کوئی قید نہیں۔ عام ہے، اب ظاہر ہے کہ دوسری حدیثوں میں جب مبالغہ پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں تو اس سے بھی مراد وہی مبالغہ والا معنیٰ لینا چاہئے۔ امام بخاریؒ نے باب قص الشارب میں فطرت والی حدیثیں ذکر کیں جن میں قص الشارب کا لفظ ہے۔ لیکن ترجمۃ الباب میں ابن عمرؓ کا فعل ذکر کیا **کان ابن عمر یُحْفِی شاربہ حتی ینظر الی بیاض الجلد ویاخذ ھذین یعنی بین الشارب واللحیۃ** (بخاری جلد ۲، صفحہ ۸۷۴) یعنی ابن عمرؓ اپنی مونچھ کو مبالغہ سے کاٹتے حتیٰ کہ جلد کی سفیدی نظر آتی اور دونوں طرف مونچھ اور ڈاڑھی کے درمیان کے بال بھی کاٹتے تھے۔ اس سے امام بخاریؒ نے غالباً اسی طرف اشارہ کیا کہ حدیث سے مراد احفاء ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے **فکانہ اشار الی ان ذالک ھو المراد من الحدیث** (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۸) چوتھا ایک لفظ اخذ کا آیا ہے۔ (نسائی صفحہ ۷) یہ بھی قص کی طرح عام ہے۔ پانچواں ایک لفظ حلق کا بھی نسائی کے بعض نسخوں میں آیا ہے۔

حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ محفوظ ہے۔ دلیل یہ دی ہے کہ جَزّ احفاء انهاك کے الفاظ جو دوسری حدیثوں میں آئے ہیں یہ سب مبالغہ پر دلالت کرتے ہیں (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۷) تو اسی کو راوی نے حلق سے تعبیر کر دیا ہوگا۔ کیوں کہ احفاء جو مبالغہ کے ساتھ ہوتا ہے حلق ہی کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ دونوں میں بہت مشابہت ہے۔

حلق کے بارے میں ہمارے فقہاء کی رائیں مختلف ہیں کسی نے بدعت کہا۔ (شامی جلد ۵، صفحہ ۲۸۸) باب الحظر والاباحۃ لیکن طحاوی نے اسی کو سنت کہا۔

(فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۷، باب قص الشارب وشامی عن المنتقی والمجتبیٰ جلد ۵، صفحہ ۲۸۸)

امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں بہت عمدہ بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ ایک جماعت اہل مدینہ کی اس طرف گئی ہے کہ قص احفاء سے افضل ہے۔ اس جماعت نے لفظ قص سے استدلال کیا اور ان حدیثوں سے بھی جن میں یہ آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کی مونچھ مسواک رکھ کر کٹوا دی۔ عینی نے بتایا کہ اس قول کے قائل امام مالک اور کچھ تابعین ہیں۔

طحاوی نے کہا دوسری جماعت کہتی ہے کہ احفاء یعنی مبالغہ سے کاٹنا قص سے افضل ہے۔ عینی نے بتایا کہ اس کے قائل جمہور سلف ہیں ان ہی میں اہل کوفہ بھی ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا قول ہے۔ طحاوی نے بھی اخیر میں عادت کے مطابق امام اعظم اور صاحبین کا نام لیا ہے کہ یہ لوگ احفاء کو افضل مانتے ہیں۔

ان کا استدلال ان حدیثوں سے ہے جن میں جزّ اور احفاء کے الفاظ آئے ہیں جو مبالغہ پر دلالت کرتے ہیں۔ طحاوی نے پہلی جماعت کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ کی مونچھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسواک رکھ کر کاٹ دی اس لئے کہ قینچی نہیں تھی کہ احفاء کرتے اور حدیث فطرت میں قص اس لئے فرمایا گیا کہ فطرت جو ضروری ہے وہ قص ہے اور اس سے جو زائد ہے وہ فضیلت ہے اور بہتر ہے اس طرح سارے آثار جمع ہو جاتے ہیں اور آپس میں ان میں کوئی تضاد نہیں رہتا۔ اور احفاء کا قص سے افضل ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

پھر طحاوی نے اپنی نظیر پیش کی کہ حج میں حلق افضل ہے تقصیر سے۔ اس پر نظر کا تقاضا ہے کہ قص بھی اچھا ہے لیکن احفاء زیادہ اچھا اور افضل ہے اس لئے کہ اس میں زیادتی ہے اس لئے اجر زیادہ ہے۔ (شرح معانی الآثار جلد ۲، صفحہ ۳۰۸ ملتانی)

امام طحاویؒ کی اس نظیر سے شاید بعض لوگوں کو شبہہ ہوا اور ان کی طرف حلق کے سنت ہونے کی نسبت کر دی ورنہ طحاوی نے احفاء کو افضل کہا ہے نہ کہ حلق کو۔ چونکہ حلق اور احفاء میں بہت مشابہت ہے اس لئے ایسا ہونا کچھ بعید نہیں۔ حافظ ابن حجر نے بھی یہ لکھ دیا کہ طحاوی نے حلق کو قص پر افضلیت دی اس لئے کہ حج وعمرہ میں حلق کو تقصیر پر فضیلت ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۸) حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ طحاوی نے شارب میں احفاء کو ترجیح دی ہے نہ کہ حلق کو۔ لیکن بات وہی ہے جو ہم نے عرض کی اسی سے نسائی کی روایت کا بھی حل نکل آیا۔ کہ مبالغہ کے الفاظ دیکھ کر کسی راوی نے حلق سے تعبیر کر دیا۔ اور وہ محمد بن عبد بن یزید ہیں۔ جو ابن عیینہ سے حلق کو نقل کرتے ہیں ورنہ ابن عیینہ کے تمام شاگردوں نے لفظ قص ذکر کیا اور زہری کے تمام شاگردوں نے بھی ابن عیینہ کے سوا لفظ قص ذکر کیا۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۶)

خلاصۂ کلام: حاصل یہ ہے کہ اتنا کاٹا جائے کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہو جائے یہ بھی جائز ہے اور اس سے نفسِ فطرت ادا ہو جاتی ہے۔ جو ضروری ہے۔ لیکن مبالغہ سے کاٹنا کہ جِلد ظاہر ہو جائے یہ اولیٰ اور افضل ہے۔ اور جو روایتیں اَمر کے صیغہ سے وارد ہوئی ہیں ان کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

امام طحاوی نے اسی احفاء کو ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ، ابو سعید خدریؓ، ابو اُسید ساعدیؓ، رافع بن خدیجؓ، جابر بن عبد اللہؓ، انس بن مالکؓ، سلمہ بن الاکوعؓ، سہل بن سعدؓ سے نقل کیا اور فرمایا کہ ان میں وہ صحابہ بھی ہیں جن سے قص شارب کے الفاظ مروی ہیں۔

(شرح معانی الآثار جلد ۲، صفحہ ۳۰۷۔۳۰۸)

امام طحاوی نے یہ بھی فرمایا کہ امام شافعیؒ کے تلامذہ مزنی، ربیع وغیرہ بھی احفاء کرتے تھے غالباً ان لوگوں نے اس کو امام شافعیؒ سے لیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۷) امام احمد بن حنبلؒ

بھی سخت احفاء کرتے تھے اور صاف صاف فرمایا کہ یہ قص سے افضل ہے۔ (فتح ایضا)

فیض الباری میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی احفاء کرتے تھے۔ (جلد ۴، صفحہ ۳۷۹) ظاہر ہے کہ جب ان کا مسلک ہی یہ تھا تو یقیناً اسی افضل پر عمل کرتے رہے ہوں گے ہم کو بھی یہی کرنا چاہئے۔

حافظ ابن حجرؒ نے ابن العربی سے مونچھ کے کاٹنے پر ایک لطیف وجہ نقل کی ہے وہ یہ کہ ناک سے نکلنے والا پانی اپنی چکناہٹ کی وجہ سے بالوں سے لگ جاتا ہے۔ اور دھلنے کے وقت اس کو صاف کرنا مشکل ہوتا ہے اور یہ مادہ قوت شامہ (ناک) کے قریب ہوتا ہے۔ اس لئے تخفیف مشروع ہے تاکہ جمال بھی تام ہو اور نفع بھی۔ حافظ کہتے ہیں کہ یہ فائدہ تخفیف سے حاصل ہو جاتا ہے۔ احفاء ضروری نہیں اگرچہ احفاء زیادہ بلیغ ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۸) اسی لئے احفاء افضل ہے کہ احفاء سے نفع تام ہوگا۔ **فللّٰہ در الشریعۃ المطہرۃ۔**

مسئلہ: مونچھ کے دائیں طرف سے کاٹنے کی ابتداء کرنا مستحب ہے۔ (ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۴۵) یہی شریعت کا عام ضابطہ ہے، جو کنگھی کرنے، وضو کرنے اور جوتے چپل پہننے، اور پاؤں کے ناخون کاٹنے میں بالاتفاق جاری ہے۔ ہاتھ کے ناخون کاٹنے کی جو ترتیب امام غزالی نے ذکر کی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ مازری، ابن دقیق العید اور متعدد علماء نے اس پر نکیر کی ہے۔ اور محدثین نے لکھا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۵ و مقاصد حسنہ صفحہ ۴۸۹ وغیرھما من الکتب الکثیرۃ من الفقہ والحدیث)

امام نوویؒ نے بھی ایک ترتیب مستحب بتائی ہے اور امام نوویؒ نے جو ترتیب بتائی ہے وہ امام غزالی کی ترتیب سے مختلف ہے ان میں سے کسی کو سنت سمجھنا جہالت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔**

سر کے بالوں کی احادیث اور مسائل

مناسب معلوم ہوا کہ جب ڈاڑھی اور مونچھ سے متعلق احادیث اور ضروری مسائل بیان ہو گئے تو اب سر کے بالوں کی کچھ احادیث اور مسائل بھی ذکر کر دیئے جائیں کہ اس میں بھی افراط و تفریط دیکھی جاتی ہے۔ اس میں بھی سنت طریقہ پر عمل کرنا چاہئے اور شریعتِ مطہرہ نے جن طریقوں سے منع کیا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ خطابی وغیرہ نے لکھا ہے کہ عربوں کی عادت بالوں کو بڑھانے اور اس سے زینت پیدا کرنے کی تھی ان میں بال منڈانا بہت قلیل تھا۔ بسا اوقات اس کو شہرت اور عجمیوں کا طریقہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے (حج کے موقعہ پر) صحابہ کرام کو حلق کرانا مشکل محسوس ہوتا تھا۔ تو قصر پر اکتفاء کیا۔ (فتح الباری جلد ۳، صفحہ ۵۶۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کو اس لئے فضیلت دی کہ اس میں عبادت زیادہ ہے اور حکمِ شرعی کے سامنے پورے طور پر جھک جانا اور اس کو صدق دل سے مان لینا چاہئے۔ اور قصر کرانے والا اپنے اوپر زینت کی چیز کچھ باقی رکھتا ہے۔ حالق اللہ کے لئے بالکل اُسے ترک کر دیتا ہے۔ (ایضا) اس لئے اس میں ثواب زیادہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جن کی ذات مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے) کا طریقہ یہ تھا کہ آپؐ ہمیشہ بڑے بال رکھتے تھے۔ منڈاتے نہیں تھے، زیادہ سے زیادہ صرف دو دفعہ منڈانا ثابت ہے۔ حدیبیہ کے موقع پر ۶ھ میں اور دوسرے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ۱۰ھ میں۔ (حدیبیہ کے موقعہ پر آپؐ کے بال حضرت خراش بن امیہؓ نے مونڈے تھے، اور حجۃ الوداع میں معمرؓ بن عبداللہ نے۔) (فتح الباری جلد ۱، صفحہ ۲۷۴، جلد ۳، صفحہ ۵۶۴)

آپؐ کے بالوں کی مقدار

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال آدھے کان تک تھے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲) حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے، نہ بالکل پیچ دار بلکہ درمیانی کیفیت کے تھے اور کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے اور تیسری

روایت میں ہے کہ آپؐ کے بال کندھوں کو لگ رہے تھے۔ **کان یقرب شعرۂ منکبیہ۔**

(بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۸۷۶)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کان کی لَو تک تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ مونڈھے کے قریب تک تھے۔ (بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۸۷۶)

اور تیسری روایت میں ہے کہ مونڈھے کو چھو رہے تھے۔ (ترمذی شریف جلد ۲، صفحہ ۲۰۵)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال جُمّہ سے اوپر اور وفرہ سے نیچے تھے۔ یعنی کان اور کندھے کے درمیان میں تھے۔ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۳۰۵)

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بالوں کو بڑھاتے تو دونوں کانوں کی لَو سے متجاوز ہو جاتے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حاصل (روایات) یہ ہے کہ لمبے بال کندھے تک پہنچ جاتے اور جو لمبے نہ ہوتے وہ کان کی لَو تک ہوتے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۵۸)

ملا علی قاری شرح شمائل میں حضرت انسؓ کی حدیث (کہ آپؐ کے بال آدھے کان تک ہوتے) کی شرح میں لکھتے ہیں کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر بال یا بعض احوال میں اور جبکہ بالوں میں مانگ نہ نکالتے اس وقت آدھے کان تک ہوتے لہٰذا یہ ان احادیث کے خلاف نہیں ہے جن میں یہ آیا ہے کہ آپؐ کے بال کندھے تک پہنچے ہوئے اور کندھے پر پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ (جمع الوسائل شرح شمائل جلد ۱، صفحہ ۷۴)

حاصل یہ کہ بال جب بہت بڑے ہو جاتے تو آدھے کان تک کٹوا دیتے۔ اس لئے کہ سر اور گردن کے درمیان جو جوڑ ہیں وہاں تک سَر کی حد ہے۔ اس لئے سر کو چھوڑ کر جو بال گردن پر ہوتے ان کو کٹوا دیتے۔ اس صورت میں آدھے کان تک ہو جاتے۔ پھر بڑھ کر کان کی لَو تک آتے۔ پھر بڑھ کر کان اور گردن کے درمیان میں ہو جاتے پھر بڑھ کر کندھے تک پہنچ جاتے۔ اس طرح ان روایات میں کوئی تعارض نہیں سب باتیں صحیح ہیں۔ کندھے تک بال رکھنا بخاری

شریف کی صحیح روایت سے ثابت ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ کندھے کے قریب تک ہونا اکثر احوال میں تھا کبھی اس سے بھی زیادہ ہو جاتے حتیٰ کہ گیسو بن جاتے اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھا کر کے جمع بھی کر لیتے۔ جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی نے سند حسن سے ام ہانی کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ آئے تو آپؐ کے چار چوٹیاں تھیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ یہ سفر کی حالت میں ہوا تھا جبکہ بالوں کی دیکھ بھال کئے اور ان کو درست کئے زیادہ وقت گزر گیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے لمبے بال تھے حضرتؐ نے فرمایا ذُباب ذُباب یعنی یہ بُرا ہے۔ میں واپس گیا اور اُن کو کاٹ کر چھوٹا کر دیا پھر کل کو آیا تو حضرت نے فرمایا میں نے تم کو نہیں مراد لیا تھا اور یہ اچھا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۶۰ ابوداؤد صفحہ ۵۷۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بہت لمبے بال رکھنا اگرچہ جائز ہے لیکن اچھا نہیں۔

(بذل المجہود جلد ۶، صفحہ ۷۷)

یہی مطلب اس حدیث کا ہوگا جس میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خریم اسدی اچھے آدمی ہیں اگر ان کا بال لمبا اور ازار ٹخنے سے نیچا نہ ہوتا۔ حضرت خریمؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو چھری لے کر اپنے بال کو کان تک کاٹ لیا اور لنگی کو آدھی پنڈلی تک کر لیا۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۲)

ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث کی توضیح و توجیہ حضرت شیخ محمد زکریاؒ نے اس طرح کی ہے۔ مردوں کے لئے عورتوں کی طرح سے مینڈھیاں مکروہ ہیں اس حدیث میں مینڈھیوں سے وہی مراد لی جائیں جس میں تشبہ نہ ہو کہ تشبہ کی حضور نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔ (خصائل نبوی صفحہ ۲۶)

اس لئے **اربع ضفائر یا غدائر** کے جو الفاظ اس حدیث میں آئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف بال کے دو حصے کر کے ان کو آپس میں ملا کر گول کر لیا۔ نہ یہ کہ بعض کو بعض

میں داخل کر کے عورتوں کی طرح چوٹی بنالی۔ (ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۹۴)

یہ شریعت کا بہت بڑا اصول ہے کہ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت نہیں اختیار کرنی چاہیئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں خدا کی لعنت ہے۔

(بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۸۷۴)

حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ہے سر کے بال جہاں تک چاہے بڑھالے درست ہے مگر بعض سر کا منڈانا اور بعض کا رکھنا مشابہتِ یہود ہے۔ یہ مکروہ ہے اور تمام سر کے بڑھانا نہ یہ کاکُل ہے اور نہ یہ ممنوع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب کاکل بمعنی حلقِ بعض وترکِ بعض فعل یہود کا ہے اور منع ہے اور بال بڑھانا جو سنت سے ثابت ہے وہ منع نہیں ہے ان کو کاکل کہنا اصطلاحِ جدید ہے اور مشابہت عورتوں کی جب ہوگی کہ عورتوں کی طرح چوٹی گوندھے ورنہ کوئی مشابہت نہیں نہ کراہت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۴۸۴)

ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ مدظلہٗ خلیفۂ مجاز حضرت حکیم الامتؒ، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک اور دوسری روایتوں میں کانوں تک اور ایک تیسری روایت میں کانوں کی لَو تک تھی ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں۔ (شمائل ترمذی)

ان سب روایتوں میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپؐ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر ترشوانے سے پہلے اور بعد میں ان میں اختصار وطول ہوتا رہتا تھا۔

مواہب لدنیہ اور اس کے موافق مجمع البحار میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کو ترشوانے میں طویل وقفہ ہو جاتا تو بال لمبے ہو جاتے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہو جاتے تھے۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو ترشواتے تھے۔ منڈواتے نہ تھے لیکن حلق (منڈوانے) کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپؐ حج وعمرہ کے

دونوں موقعوں کے سوا بال نہیں منڈوائے۔ (مدارج النبوۃ اسوۂ رسول اکرمؐ صفحہ ۱۵۲)

بالوں کا حلق: حج وعمرہ کے علاوہ عام حالات میں بھی سر کو منڈانا جائز ہے۔ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں بال رکھنا سنت اور افضل ہے لیکن منڈانے میں بھی کوئی کراہت نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت سنن زوائد میں سے ہے۔ عادۃً آپؐ بال رکھتے تھے نہ کہ عبادۃً۔ اس لئے اس کے ترک میں کوئی کراہت نہیں۔ (فتاویٰ امدادیہ جلد ۴، صفحہ ۲۲۹)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو سر منڈانے سے منع فرمایا۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۸۴) اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے مفہومِ مخالف کے طریقہ پر یہ معلوم ہوا کہ مردوں کے لئے حلق جائز ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہاں اس میں اختلاف ہے کہ آیا حلق سنت ہے؟ اس لئے کہ حضرت علیؓ نے ایسا کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقریر فرمائی۔ فرمایا تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو یہ حلق سنت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بقیہ صحابہ کے ساتھ بال نہیں منڈواتے تھے؟ سوائے حج اور عمرہ سے فراغت کے وقت کے، اس لئے حلق رخصت ہے۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ (مرقاۃ) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد ان کے بچوں کے بال منڈوائے تھے۔ (ابوداؤد جلد ۱، صفحہ ۵۷۷) اس حدیث سے حلق کا جواز بھی معلوم ہوا اور یہ بھی کہ بچوں کے بھی بڑے بڑے بال ہو سکتے ہیں۔[1] پورے سر کے حلق کی طرح پورے سر کے بال کو کٹانا اور چھوٹا کرانا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ سب برابر ہوں اس کی دلیل قرآن کی آیت میں ومقصرین کا لفظ ہے لیکن سب کتروانا اور آگے کی طرف کسی قدر بڑے رکھنا جو کہ آج کل کا فیشن ہے جائز نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱، صفحہ ۹۶۷ بالوں سے متعلق احکام)

قزع کی ممانعت: یہ صورت منع ہے کہ سر کا کچھ حصہ منڈا دیا جائے اور کچھ باقی

---

[1] حضرت جعفرؓ کے بچوں کے بال باوجودیکہ بال رکھنا افضل ہے اس لئے منڈوائے تھے کہ ان کی ماں شوہر کی شہادت کے غم کی وجہ سے ان کے بالوں کی صفائی اور کنگھی نہیں کر سکیں گی۔ تو میل کچیل اور جوؤں سے بچانے کے لئے یہ شفقت فرمائی۔ (مرقاۃ)

رکھا جائے صحیح حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک بچہ لایا گیا جس کا سر کچھ منڈا ہوا تھا اور کچھ چھوڑا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو کل مونڈ دو یا کل چھوڑ دو۔ (مسلم و مشکوۃ صفحہ ۳۸۰)

بالوں میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا اور مانگ نکالنا

جب سنت طریقہ پر بڑے بال رکھیں گے تو اس میں تمام سنت طریقوں کا لحاظ رکھنا ہوگا، وہ یہ ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے سر پر تیل ڈالتے اور ڈاڑھی میں کنگھی کرتے تھے اور قناع استعمال فرماتے۔ (یعنی سر پر کپڑا رکھتے اور اس میں تیل لگ جایا کرتا تھا جس کی وجہ سے) آپؐ کا کپڑا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ تیلی کا کپڑا ہے۔ (یہ شرح السنۃ کی روایت ہے مشکوۃ صفحہ ۳۸۱) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس کے بال ہوں اس کو چاہیئے کہ اس کا اکرام کرے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۷۳) یعنی اس کو دھوئے اور اس میں تیل ڈالے اور کنگھی کرے۔ (بذل المجہود جلد ۶، صفحہ ۷۱) یہ روایتیں حسن ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۶۸)

ایک دفعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے تو فرمایا کیا اس کو ایسی چیز (تیل وغیرہ) نہیں ملتی جس سے یہ بالوں کو جمع کرے۔ یہ احمد نسائی کی روایت ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۷۵)

عطاء بن یسارؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے۔ ایک صاحب آئے جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اشارے سے ان کو بالوں کی اصلاح کا حکم دیا۔ انہوں نے ٹھیک کیا اور پھر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی اس طرح آئے کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں گویا کہ شیطان ہے۔ (یہ مالک کی روایت ہے مشکوۃ صفحہ ۳۸۴) اس مرسل کی سند صحیح ہے اور اس کی تائید حضرت جابرؓ کی روایت سے ہوتی ہے جو ابوداؤد اور نسائی میں سند حسن سے مروی ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۶۷)

ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ملتا اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کی موافقت کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ اہلِ کتاب مانگ نہیں نکالتے اور مشرکین مانگ نکالتے تھے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اولاً مانگ نہیں نکالتے تھے پھر بعد میں مانگ نکالی۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۰۳ و جلد ۲، صفحہ ۸۷۷ و شمائل ترمذی صفحہ ۳) اس لئے مانگ نکالنا سنت ہوا۔ (بذل جلد ۶، صفحہ ۷۶)

حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کیا کرتی تھیں اور اس طرح مانگ نکالتیں کہ سر کے درمیان سے بالوں کو دو حصے میں کر دیتیں اور پیشانی کے بالوں کو آنکھوں کے دونوں طرف کر دیتیں۔ (ابوداؤد معناً صفحہ ۵۷۶)

ابوقتادہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میرے بڑے بال ہیں کیا میں ان میں کنگھی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور اس کا اکرام کرو۔ چنانچہ حضرت قتادہ کبھی دن میں دو مرتبہ تیل ڈالتے (یعنی تیل ڈالکر کنگھی کرتے) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کا حکم دینے کی وجہ سے۔ (اس کو مالک نے روایت کیا۔) (مشکوۃ صفحہ ۳۸۴)

نسائی میں ہے کہ ابوقتادہؓ کے بڑے بال تھے۔ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس کے متعلق) پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ احسان کرو اور روزانہ کنگھی کرو۔ (نسائی جلد ۲، صفحہ ۲۹۱) اس سے روزانہ کنگھی کرنا معلوم ہوا لیکن عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۳۰۵ و شمائل ترمذی صفحہ ۴) اور ترمذی نے بتایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے تو یہ کہا جائے گا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ بہت زیادہ زینت کا اہتمام نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ دوسری صحیح حدیث میں ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سادگی ایمان سے ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور نسائی نے عُبیدؓ سے راویت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ زینت کرنے سے منع کرتے تھے۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۳۶۸)

اس لئے علماء کرام نے فرمایا کہ اگر بال بکھر جاتے ہوں تو روزانہ بھی کنگھی کر سکتے ہیں۔

اگر نہ بکھرتے ہوں تو ناغہ سے کریں۔ (خصائل نبوی صفحہ ۲۸ معناً)

مسئلہ: کنگھی کرنے میں مانگ پہلے داہنی طرف کی نکالیں پھر بائیں طرف کی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند فرماتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۴) اس لئے یہ طریقہ سنت ہے۔ یہی طریقہ عورتوں کے لئے بھی سنت ہے۔ ناک کے سامنے سے مانگ نکالنا چاہئے۔ آج کل دائیں بائیں سے مانگ نکالنے کا طریقہ رائج ہے وہ اسلامی نہیں۔

(ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۹۴)

مسئلہ: گدّی کے بال لینا منع ہے۔ فقہاء کرام نے منع کیا ہے۔ (صفائی معاملات حضرت تھانویؒ۔ ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۹۷) آدھے کان تک سر ہے اس کے نیچے گردن۔ گردن کے بال کاٹے جاسکتے ہیں اس سے اوپر سر کے بال نہیں۔ اس لئے گدی کے بال لینا مکروہ ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آدھے کان تک بال کٹانے کے سوا سر کے کسی اور طرف کے بال کٹانے کا کوئی ثبوت نہیں اس لئے کسی اور طرف سے بال نہیں کٹانا چاہئے۔ نہ کانوں کی طرف سے نہ پیشانی کی طرف سے۔ آج کل انگریزی طرز کے طرح طرح کے فیشن والے بال لوگ کٹایا کرتے ہیں۔ یہ سب اسلامی طریقہ کے خلاف ہیں۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔

(ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۹۸)

ایک حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو غیروں سے مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں یہود و نصاریٰ کی مشابہت مت اختیار کرو۔ یہود انگلیوں کے اشارے سے سلام کرتے تھے اور نصاریٰ ہتھیلی سے۔ اور پیشانی کے بال مت کٹاؤ۔ مونچھ کو مبالغہ سے کاٹو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ۔ اور مساجد و بازار میں اس طرح کرتہ پہن کر مت چلو کہ نیچے لنگی (یا پائجامہ) نہ ہو۔ (طبرانی نے اس کو روایت کیا الترغیب والترہیب جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

غیروں کی مشابہت سے بچنا شریعت کا ایک بہت بڑا اصول ہے اس کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی قوم سے ہے۔ **من تشبہ بقوم فھو منھم** (ابوداؤد صفحہ ۵۵۹) اس لئے لباس اور ہر وضع قطع میں غیروں کی

مشابہت سے بچنے کی پوری کوشش ہونی چاہئے۔

عورتوں کے سر کے بال: امام مسلم اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے سر کے بالوں کی چوٹی مضبوط بناتی ہوں۔ کیا غسلِ جنابت کے لئے اس کو کھولنا ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! صرف اتنا کافی ہے کہ تین دفعہ اپنے سر پر پانی ڈال لو۔ پھر سارے جسم پر پانی ڈال لو۔ (ترمذی مع العرف صفحہ ۲۹) یعنی صرف بالوں کی جڑ میں پانی پہنچالینا کافی ہے۔ چوٹی کھول کر سارے بالوں کو دھونا ضروری نہیں۔ یہی تمام علماء کرام کے یہاں مسئلہ بھی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں بڑے بال رکھتی تھیں اور چوٹی بناتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا واقعہ بھی بخاری شریف میں صفحہ ۴۵ وغیرہ پر مذکور ہے۔ اس میں احرام کے وقت بالوں کے کھولنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ چوٹی بنائے ہوئی تھیں۔ اور دیگر واقعات سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سے عورتوں کے بال کا حکم معلوم ہوگیا کہ بڑے بال رکھ کر چوٹی بنانی چاہئے۔

عورتوں کو سر منڈوانے سے منع کیا گیا ہے۔ (نسائی و مشکوۃ صفحہ ۳۸۴) اسی طرح حج وعمرہ کے موقعہ پر بھی عورتوں کے لئے یہ مسئلہ ہے کہ تھوڑے سے بال کٹادیں، منڈانا جائز نہیں۔ اسی طرح یہ معلوم ہوچکا ہے (بخاری کی روایت سے) کہ عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا موجب لعنت ہے۔ اور مردوں کے لئے کندھے اور اس سے نیچے تک بال بڑھانا جائز ہے۔ تو اگر کوئی عورت بال کٹا کر کندھے اور اس کے نیچے تک کردے تو اس کو مردوں سے مشابہت ہوگی۔ جو موجب لعنت ہے اور جائز نہیں۔ اسی لئے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ **قطعت شعرھا اثمت و لُعِنت** اگر عورت بال کاٹے تو گنہگار اور مستحقِ لعنت ہوگی۔

(درمختار مع الشامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۸ آخر الخطر والا باحة)

عبداللہ بن عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت کو

جمہ سے منع فرمایا۔ رواہ طبرانی فی الکبیر والصغیر ورجال الصغیر ثقات (مجمع الزوائد جلد ۵، صفحہ ۱۷۲ باب شعر الحرۃ والامۃ) جمہ اس بال کو کہتے ہیں جو کندھے تک یا اس سے اوپر ہو۔ آج کل عورتیں فیشن کے لئے بال کٹواتی ہیں جس سے غیر مسلم عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور انہی غیر مسلم عورتوں کو دیکھ کر مسلمان عورتوں میں یہ طریقہ آیا بھی ہے۔ اس لئے یہ قطعاً منع ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو جس کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔
من تشبہ بقوم فھو منھم۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۵۹)

عورتوں کے لئے مردوں کی مشابہت اور غیروں کی مشابہت دونوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیثوں سے معلوم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا لباس پہنے اور اس مرد پر بھی جو عورتوں کا لباس پہنے۔ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتہ پہنتی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۶۶)

اس لئے عورت کا سر کے بال کٹانا، مردانہ لباس پہننا، مردانہ جوتہ پہننا اور مردانہ چال چلنا سب منع ہے۔ (ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۹۶)

مسئلہ: بوڑھی بیوہ عورتیں جن کو بڑھاپے کی وجہ سے زینت کی ضرورت نہیں رہی اگر وہ اپنے سر کے بال کچھ کم کرالیں تو اس کی گنجائش ہے...... حضرت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا عمل اسی پر محمول ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اجازت صرف مذکورہ بالا صورت میں ہے۔ آج کل فیشن کی وجہ سے بال کم کرانا قطعاً جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے چور کو خوب جانتے ہیں۔ (ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۹۷)

مسلم شریف کی حدیث میں ازواجِ مطہرات کا بالوں کو لینا جو مذکور ہے۔ مسلم شریف کے شارح قاضی عیاض وغیرہ نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ عرب کی عورتوں کی عادت بالوں کی چوٹی بنانے کی تھی۔ ازواجِ مطہرات نے حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے وصال کے بعد زینت کو ترک کرنے اور بال کو لمبا کرنے سے مستغنی ہونے کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہی متعین ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسا کرنے کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (مسلم شریف مع شرح نووی جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

رسالہ کی تالیف

یہ رسالہ میں نے مدینہ منورہ زادہا اللہ تشریفاً وتکریماً میں بتوفیق اللہ سبحانہ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ میں مولانا ہاشم بخاریؒ مہاجر مدنی خلیفہ حضرت مولانا شیخ محمد زکریاؒ و سابق مدرس دار العلوم دیوبند کے حکم سے عربی میں تالیف کیا تھا۔ میں ان کو یہ رسالہ دے کر ہندوستان پہنچا وہاں خبر ملی کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مولانا نے یہ مسودہ میرے ایک شاگرد کو جو مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا۔ تبییض کے لئے دیا تھا۔ مولانا کے انتقال کے بعد اس شاگرد نے یہ رسالہ میرے پاس بھیج دیا۔ آج اسی رسالہ سے حذف و اضافہ کے بعد یہ کتابچہ مکمل کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور میرے لئے اور مولانا ہاشم بخاریؒ کے لئے اور ترجمہ کرنے والے اور اشاعت میں مدد کرنے والوں کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الامی وآلہ وسلم والحمد للہ اولا و آخرا۔

فضل الرحمٰن اعظمی
آزادول جنوبی افریقہ، ۱۵ / محرم ۱۴۱۶ھ
مطابق ۱۴ / جون ۱۹۹۵ء